THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

سلاطین دہلی کا تعارف: تجزیاتی مطالعہ

The Delhi Sultanate: An Analytical Study

1. Muhammad Afzal Saeed
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.
Email: mafzalsaeed@gmail.com
2. Dr. Muhammad Rizwan Mahmood
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.
Email: Rizwan.mahmood@riphahfsd.edu.pk

Abstract

The Delhi Sultanate (1206–1526 CE) represents one of the most significant periods in the political, cultural, and religious history of the Indian subcontinent. Established by Muslim rulers of diverse ethnic backgrounds, the Sultanate laid the foundations for centralized governance, administrative reforms, military organization, and the diffusion of Islamic civilization across the region. This paper presents an analytical study of the Delhi Sultans, examining their contributions to statecraft, socio-economic development, religious policy, and cultural transformation.

Using historical and qualitative research methods, the study explores the reigns of the five ruling dynasties the Mamluk, Khalji, Tughlaq, Sayyid, and Lodi dynasties and evaluates their achievements and challenges within their respective political and historical contexts. Attention is given to administrative innovations, judicial institutions, revenue reforms, military expansion, architectural patronage, and the interaction between Islamic governance and the diverse religious and cultural traditions of the subcontinent. The paper also examines the role of the Delhi Sultans in promoting scholarship, Persian language and literature, Sufi movements, and intercultural exchanges that contributed to the emergence of a distinctive Indo-Islamic civilization.

Furthermore, the study critically assesses the factors that led to the decline of the Sultanate, including internal political instability, succession disputes, regional rebellions, economic pressures, and external invasions, culminating in the establishment of the Mughal Empire in 1526. The paper argues that the legacy of the Delhi Sultanate extends beyond political history, significantly influencing South Asia's administrative institutions, cultural heritage, religious interactions, and architectural traditions. By providing a balanced historical analysis, this study contributes to a deeper understanding of the enduring impact of the Delhi Sultans on the historical development of the Indian subcontinent.

Keywords: *Delhi Sultanate, Delhi Sultans, Indo-Islamic Civilization, Islamic Governance, Medieval India, Political History.*

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

سلطنت دہلی کی خشت اول عالم اسلام کے نامور حکمران شہاب الدین محمد غوری[1](و1149ء۔م1206ء) ہیں۔ ویسے تو اس سلطنت پر متعدد حکمران براجمان ہوئے تاہم حقیقی معنوں میں جو خاندان اس سلطنت سے جڑے رہے وہ تین خاندان ہیں، جن میں خاندان غلاماں، خاندانِ خلجی اور خاندانِ تغلق شامل ہیں۔ ان خاندانوں کا زمانہ 1173ء سے لے کر 1398ء تک ہے جو قریباً 225 سالوں پر محیط ہے۔ اس دور کے مشہور سلاطین کا تعارف حسب ذیل ہے۔

شہاب الدین محمد غوری(و1149ء۔م1206ء)

سلطان شہاب الدین محمد غوری 1149ء کو افغانستان کے وسطی علاقے غور میں پیدا ہوئے، ان کا پیدائشی نام محمد تھا، اور اہل علاقہ آپ کو حماد کہتے تھے۔ سلطان نے تاج پوشی کے بعد اپنے لیے ملک شہاب الدین کا لقب اختیار کیا اور خراسان پر قبضہ کے بعد معزالدین کا لقب اختیار کیا۔ اور اپنے بڑے بھائی غیاث الدین کی وفات کے بعد سلطان الاعظم کا لقب اختیار کیا۔ موصوف کو ہندوستان میں سکندر ثانی بھی کہا گیا۔ اس پوری تفصیل کو یکجا کیا جائے تو ان کا نام یوں بنتا ہے:

"سلطان الاعظم معزالدین وشہاب الدین محمد غوری المعروف حماد سکندر ثانی۔"[2]

سلطان معزالدین المعروف شہاب الدین غوری کا بڑا بھائی غیاث الدین (و1139ء۔1203ءم) خراسان کا بادشاہ تھا اور یہ سلطان غوری اپنے بھائی کے نائب السلطنت ہونے کی حیثیت سے 1174ء کو غزنی میں تخت نشین ہوئے اور اس منصب پر براجمان ہوتے ہی شہاب الدین کے لقب سے ملقب ہوئے اور اپنے نام کا خطبہ شروع کروایا اور سکوں پر اپنا نام کندہ کروایا۔ دوران نیابت مختلف بلاد عالم پر لشکر کشی کی اور نعرہ جہاد بلند کیا جس کے نتیجے میں دلی تک علاقے فتح کر لیے اور اس طرح ہندوستان میں ایک اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔[3]

تاہم جنگی مہموں کے دوران مختلف قسم کے نشیب و فراز سے بھی گزرتے رہے، 1178ء میں جب گجرات پر حملہ کیا تو علاقے کے حکمران بھیم دیو سے بری طرح شکست کھائی اور بمشکل غزنی پلٹے۔ پھر 1185ء میں لاہور کی طرف لپکے اور سلطان خسرو جو کہ غزنوی خاندان کا آخری بادشاہ تھا خبر ملتے ہی قلعہ بند ہو گیا اور خط و کتابت کے ذریعے صلح ہوئی اور اس موقع پر سلطان محمد غوری(و 1653ء) نے سیالکوٹ کا قصبہ آباد کیا۔ 1192ء میں سلطان غوری نے راجہ جے چند حاکم قنوج کے ساتھ جنگ کی اور اسے قتل کر دیا اور یہ قلعہ اپنے جرنیل قطب الدین ایبک کے حوالے کیا اور اس طرح دہلی سلاطین اسلام کا دارالسطنت بنا۔[4]

غیاث الدین محمد غوری کی وفات ہوئی تو شہاب الدین غوری سلطنت کے سلطان بنے اور فیروز کوہ کے تخت پر براجمان ہوئے اور ہندوستان سے غور واپس جاتے ہوئے دریائے سندھ کے کنارے پر گکھڑوں کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے۔ اور اس طرح غوری حکومت

---

[1] غور اُس زمانے میں ایک اہم پہاڑی علاقہ تھا، جہاں سے غوری خاندان نے اپنی سلطنت قائم کی۔ محمد غوری کا تعلق اسی غوری خاندان سے تھا، جس نے بعد میں افغانستان، خراسان اور شمالی ہندوستان تک اپنی حکومت وسیع کی۔

[2] محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2015ء، ص88

[3] ایضاً، ص89

[4] بدایونی، عبد القادر، ملا، منتخب التواریخ، (مترجم: ڈاکٹر علیم اشرف خان)، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی، 2008ء، ج1، ص44

اختتام کو پہنچی اور اس مسند پر شہاب الدین غوری کا وفادار غلام جرنیل قطب الدین ایبک تخت نشین ہوا اور اس طرح یہ سلطنت دہلی خاندان غلاماں کے زیر تسلط آئی۔

سلطان قطب الدین ایبک(و1150ء۔و1210ء)

قطب الدین ایبک ترک نسل سے تھے۔1150ء میں ایبک خاندان میں پیدا ہوئے۔ جنہیں بچپن ہی میں اغواء کر لیا گیا اور نیشاپور کے بازار میں بیچا گیا۔اور انہیں قاضی فخر الدین کوفی نے خریدا اور پھر سلطان شہاب الدین محمد غوری کی خدمت میں پیش کیا۔سلطان غوری نے بیش بہا رقم دے کر قبول کیا۔[1]

ایبک کی وجہ تسمیہ میں مورخین نے کئی اقوال لکھے ہیں، بعض نے کہا کہ یہ نام ایبک شل کی وجہ سے ہے کہ ایبک کا معنی مفلوج ہے اور چونکہ قطب الدین کی چھنگلیا ٹوٹی ہوئی تھی اور ان کی صورت بھی قبیح تھی جس کی وجہ سے انہیں ایبک کہا گیا۔ اور بعض نے کہا کہ ان کی انگلی چاند گرہن کے وقت ٹوٹ گئی تھی۔ بعض نے کہا ترکی زبان کے اے آئی بیک سے ماخوذ ہے اور ترکی میں اے آئی کا معنی چاند اور بیک کا معنی لارڈ ہے۔ بعض نے کہا ایبک ترک قبیلے کا نام ہے۔ الغرض اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ تاہم ان کا ایک لقب لکھ بخش بھی ہے چونکہ یہ انتہائی فیاض تھے اور لاکھوں روپے سخاوت کر دیتے تھے تو انہیں لکھ بخش کا لقب بھی دیا گیا، ان کی فیاضی کا ایک واقعہ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن سلطان محمد غوری نے ایک دن اپنے غلاموں کو تحائف دیئے تو ایبک نے اپنا حصہ دوسروں میں تقسیم کر دیا تو سلطان کو ان کی سخاوت اس قدر پسند آئی کہ اسے اعلیٰ عہدے پر فائز کر دیا۔ بعض ناقدین نے ان پر عجیب تبصرہ بھی کیا ہے کہ چونکہ یہ خود غلام تھے تو ان کی فطرت میں بھی غلامی کا شوق تھا اور یہ اپنے عہد سلطنت میں لوگوں کو غلام بنانا پسند کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے دور میں لاکھوں افراد غلام بنائے گئے۔

1192ء میں تارائن کی دوسری جنگ میں جب غوری نے بہت سے علاقے فتح کر لیے تو ان علاقوں کی ذمہ داری اپنے غلام قطب الدین ایبک کو سپرد کی اور اجمیر کا گورنر مقرر کیا۔ الغرض ایبک نے اپنی وفاداری اور اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ بادشاہ کا قرب حاصل کیا حتی کہ سلطان نے انہیں اگلے سال اپنا فرزند بنا کر فرمان فرزندی جاری کیا اور انہیں سفید ہاتھی عطاء کیا گیا۔

جب سلطان شہاب الدین محمد غوری 1206ء میں شہید کر دیا گیا تو 15 مارچ 1206ء کو سلطنت دہلی کا پہلا سلطان ایبک کو مقرر کیا گیا۔ اور سلطان کے بھتیجے (غیاث الدین کے بیٹے) نے فیروز کوہ سے خلعت بادشاہی قطب الدین کو بھیجیں اور سلطان کے نام سے مخاطب کیا۔[2]

اس طرح سلطنت غوری خاندان غلاماں کی طرف منتقل ہوئی اور اس سلطنت کے پہلے سلطان ایبک تھے جنہوں نے چار سال حکومت کی اور 1210ء میں ایک حادثے میں فوت ہوئے اور ان کے بعد ان کے بیٹے آرام شاہ نے مسند کو سنبھالا لیکن عوام نے انہیں قبول نہ کیا۔[3]

[1] فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، دار الطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، 1926ء، ج1، ص226

[2] بدایونی، منتخب التواریخ، ج1، ص48

[3] محمد اکرم، شیخ، آب کوثر، ص99

سلطان غیاث الدین بلبن(و1201ء۔م1287ء)

سلطان غیاث الدین بلبن 1266ء کو سلطنت کی کرسی پر براجمان ہوا، سلطان التمش کا غلام تھا اور بیس سال بر سر اقتدار رہا اور 1286ء کو فوت ہوا۔ بلبن ترک امیر زادہ تھا۔چنگیز کے حملوں میں گرفتار ہوا اور غلام ہو کر بازاروں میں بکا اور جمال الدین بصری(و 1192ء۔م1258ء) نے خرید کر اس کی تربیت کی اور یہ التمش کے پاس بہشتی(ماشکی) کی حیثیت سے رہا پھر جلد ہی اس کی وفاداری اور مخلصانہ کاوشوں نے اسے وزراء سلطنت پر حاوی کر دیا اور سلطان بلبن نے اپنے دور میں کئی اصلاحات نافذ کیں اور جمہوری طرز حکمرانی کو فروغ دیا۔اور ملک کا اندرونی نظم و نسق مستحکم کیا۔اندرونی و بیرونی فسادات کا قلع قمع کیا۔بلبن کا یہ ایک اہم کارنامہ ہے کہ اس نے ملک کے اندر سے جو بغاوتیں کھڑی ہو جاتیں انہیں ختم کیا، ورنہ اس سے پہلے راجپوت، میواتی، کھوکھر اور جاٹ جب بھی موقع پاتے لوٹ مار سے باز نہ آتے، ناصر الدین محمود(و1228ء۔م1266ء) کے عہد میں ہر سال اس طرح کا کوئی واقعہ ضرور پیش آتا حتی کہ اس خوف کے مارے شام کو دہلی کے گرد کی فصیل کو بند کر دیا جاتا تھا۔کوئی شخص شام کے بعد کسی دربار پر نہیں جا سکتا تھا،شہر میں لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رہتا تھا۔لیکن بلبن نے بر سر اقتدار آتے ہی ان اندرونی بغاوتوں کے قلع قمع کرنے پر توجہ دی اور میواتیوں کی اصلاح پر سال لگایا اور جو ڈاکو پکڑا جاتا اسے سخت سزاء دی جاتی۔بلبن نے ان جنگلوں کو کاٹ دیا جن میں ڈاکو پناہ لیتے تھے اور سڑکوں کا جال بچھا دیا اور شہر سے باہر تھانے قائم کیے جن میں افغان تھانے دار متعین کیے۔

غیاث الدین بلبن(و 1201ء۔م1287ء) نے بیرونی فسادات کے خاتمے کے لیے بھی فوج کو منظم کیا اور اس طرح ملک دشمن عناصر سے نبرد آزمائی کی اور منگولوں کا خاتمہ کیا۔ملک کی سرحدوں کو وسیع کرنے کے بجائے استحکام مملکت پر توجہ دی۔جب کہا گیا کہ گجرات اور مالوے پر فوج کشی کی جائے تو جواب دیا کہ میں نہیں چاہتا کہ دہلی کا وہی حال ہو جو بغداد کا منگولوں کے ہاتھوں ہوا۔لہذا میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔البتہ بلبن کا معمول تھا کہ وہ ہر روز شکار کو جاتا تھا اور دور دور تک گھوڑے دوڑاتا تھا۔کسی نے بغداد میں ہلاکو خان کے سامنے بلبن کے شکار کا ذکر کیا تو اس نے جواب دیا وہ ایک زیرک بادشاہ ہے وہ شکاری نہیں بلکہ وہ اپنے گھوڑے تیار رکھتا ہے اور خود نیزہ زنی کی پریکٹس میں رہتا ہے کہ کبھی بھی دشمن حملہ کرے تو اس کے گھوڑے اور اس کی فوج پوری طرح تیار ہو۔[1]

رضیہ سلطان بنت شمس الدین التمش(و1205ء۔م1240ء)

رضیہ سلطان شمس الدین التمش کی بیٹی تھیں، 1205ء کو پیدا ہوئیں اور 1240ء کو 35 سال کی عمر میں فوت ہوئیں، یہ برصغیر کی پہلی خاتون ہیں جنہوں نے حکمرانی کی،افغان غوری نسل سے تھیں۔سلطان التمش کے آٹھ بیٹے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی صلاحیت نہیں رکھتا تھا کہ زمام اقتدار سنبھالے تو التمش نے انہی کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی زندگی میں ہی انہیں تلوار چلانا اور گھڑ سواری سکھادی تھی۔

التمش کے بعد ان کے بیٹے رکن الدین(م1236ء) تخت نشین ہوئے لیکن ملک کے خزانوں کو بری طرح خرچ کرنے لگے جس کی وجہ سے سات ماہ بعد انہیں عوام نے رد کیا اور رضیہ کو منتخب کیا،مورخین لکھتے ہیں کہ جس دن سے رضیہ حکمران منتخب ہوئی تو اس نے زنانہ

---

[1] برنی،ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی،رامپور رضا لائبریری،انڈیا،1988ء، ص47

لباس پہننا چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو سلطانہ نہیں کہتی تھیں کہ اس میں سلطان کی بیوی ہونے کا تصور جھلکتا ہے اس لیے وہ اپنے آپ کو سلطان کہتی تھیں۔ اور مردانہ انداز میں دربار میں حاضر ہوتیں اور میدان جنگ میں بھی مرد کے روپ میں جاتی تھیں۔ بالآخر رضیہ کے خلاف سازشیوں نے اپنا کام شروع کیا حتی کہ جب رضیہ بھٹنڈہ کے صوبے دار ملک التونیہ کے خلاف فوج لے کر نکلی تو اس کی اپنی فوج کے لوگوں نے مخالف کی مدد کی اور نتیجۃً رضیہ کو گرفتار کروا ڈالا اور اس کا دوسرا بھائی معزالدین بہرام تخت نشین ہوا۔

جلال الدین فیروز خلجی (و1220ء۔م1296ء)

خاندان غلاماں کے بعد سلطنت دہلی پر براجمان ہونے والا خاندان خلجی خاندان ہے۔ جس نے تیس سال حکومت کی ،اس خاندان کا پہلا حکمران جلال الدین خلجی ہے۔ جلال الدین 1220ء کو افغانستان میں پیدا ہوا، اور 76 سال کی عمر پا کر 1296ء کو فوت ہوا۔ 1290ء سے 1296ء تک جلال الدین خلجی 6 سال تک بر سر اقتدار رہا۔ جلال الدین فیروز خلجی ایک درویش طبیعت حکمران تھا۔ شیخ محمد اکرم لکھتا ہے کہ:

> "ستر سال کی عمر میں جلال الدین کو تخت حکمرانی پر بٹھا دیا گیا تو ابتداء میں جب وہ شاہی دربار میں جایا کرتا تھا تو پرانے بادشاہوں کے حالات یاد کر کے بچوں کی طرح زار و قطار روتا رہتا تھا اور عموماً پھٹے پرانے کپڑے پہنے رکھتا تھا۔"[1]

ایک بار سلطان غیاث الدین بلبن (و1201ء۔م1287ء) کے بھتیجے نے بغاوت کی اور اور وہ پکڑا گیا تو جلال الدین فیروز نے اسے ملتان کے جاگیر دار کے پاس بھیجا اور ساتھ حکم نامہ لکھا کہ اس شخص کو عمدہ محل میں رہائش دی جائے، اس کی پوری پوری تعظیم کی جائے اور جو چیز یہ مانگے اس کی حسرت پوری کی جائے تو اس شاہی حکم کو سنتے ہی خلجی امراء بھڑک اٹھے کہ آپ ایک باغی کے متعلق کس طرح کا فیصلہ کر رہے ہیں جبکہ باغی واجب القتل ہوتا ہے اور اگر آپ نے یہ روش رکھی تو تمام لوگ بغاوت پر تل جائیں گے تو جلال الدین نے جواب دیا کہ میں نے ستر سال ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزاری اور اب آخری عمر میں تم مجھ سے قتل کرواتے ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ میں غیاث الدین بلبن کا غلام رہا ہوں تو میرے لیے یہ نمک حرامی ہو گی کہ میں ان کے تخت پر بیٹھ کر ان کے ہی بھتیجے کو مار ڈالوں۔[2]

ناصرالدین محمود (و1228ء۔م1266ء)

ناصرالدین محمود سلطنت دہلی کا آٹھواں سلطان تھا اور یہ سلطان التمش کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا، رضیہ سلطانہ کا بھائی تھا۔ 1246ء میں تخت نشین ہوا اور بیس سال اقتدار میں گزارے اور بالآخر 1266ء کو فوت ہوئے اور یہ ایک صوفی طبیعت انسان تھا، سرکاری خزانے کو ہاتھ لگانے سے بھی بچتا تھا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ محمود قرآن کریم ہاتھ سے لکھ کر روزی کماتا تھا اور قرآن کریم معمولی نرخ پر بیچا کرتا تھا اور کسی کو یہ معلوم تک نہ ہونے دیتا کہ یہ بادشاہ کے ہاتھوں لکھا ہوا ہے ،اور شاہی معاملات اپنے ایک وزیر غیاث الدین بلبن (و1201ء۔م1287ء) کے سپرد کر رکھے تھے اور ساتھ یہ نصیحت بھی کرتا کہ کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ کل حضرت بے نیاز کے حضور میں تجھے بھی اور مجھے بھی شرمندگی اٹھانا پڑے۔ ناصرالدین محمود اکثر وقت اپنے حجرے میں گزارتا تھا اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے رکھتا تھا۔

---

[1] محمد اکرم، شیخ، آب کوثر، ص139

[2] ایضاً، ص140

شاہی دربار لگتا تو شاہی لباس زیب تن کر کے لوگوں کے سامنے جاتا تھا۔ اور زمام اقتدار اگرچہ ناصر الدین کے پاس تھی لیکن عملا بلبن کے پاس تھی تو جب ناصر الدین محمود فوت ہوا تو بغیر کسی مزاحمت کے غیاث الدین بلبن بادشاہ بن گیا۔[1]

سلطان شمس الدین التمش (م1236ء)

شمس الدین التمش[2] قطب الدین ایبک کے غلام تھے۔ جنہیں ایبک نے 1197ء میں انہلواڑہ کی جنگ میں غلام بنایا پھر انہیں سمجھدار اور باوقار پایا تو اپنا داماد بھی بنالیا اور تاہم بعض نے لکھا ہے کہ اس کا باپ ترکستان قبائل کا سردار تھا اور اس کے ایک رشتہ دار نے اخوان یوسفؑ کی طرح اسے سیر کے لیے لے جانا چاہا اور وہاں سے اسے ایک تاجر کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ وہ منڈیوں سے ہوتا ہوا غزنی پھر دہلی پہنچا اور اسے سلطان ایبک نے دہلی میں خریدا۔ یہ ایبک کے جرنیلوں میں سے تھا جسے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شمس الدین التمش کے لقب کے متعلق بدایونی نے لکھا ہے کہ وہ چاند گرہن کی رات پیدا ہوئے اور ترک لوگ ایسے بچے کو تتمش کہتے تھے۔[3]

یہ سلطنت دہلی کے تیسرے حکمران ہیں کیونکہ ایبک کے بعد ان کے بیٹے آرام شاہ (و1176ء۔1211ء) نے مسند سنبھالی پھر ان کے بعد 1211ء میں التمش نے تخت شاہی سنبھالا۔ 1215ء میں التمش کی سلطان ناصر الدین قباچہ (و1150ء۔م1228ء) سے جنگ ہوئی، قباچہ نے قطب الدین ایبک کی دو بیٹیوں سے یکے بعد دیگرے شادی کی ہوئی تھی۔ اس جنگ میں التمش کو فتح ہوئی اور بالآخر اس نے اپنے بیٹے بہرام کے ذریعے صلح کا پیغام بھیجا اور اس سے صلح ہوئی۔ 1225ء میں التمش نے بہار اور لکھنؤ کا رخ کیا، 1226ء میں رنتھنبور[4] کو فتح کیا۔ اور 1236ء کو سلطان التمش فوت ہوا۔[5]

علاء الدین مسعود (م1246ء)

سلطنت دہلی کا یہ ساتواں بادشاہ ہے، رکن الدین، رضیہ اور بہرام کے بعد تخت نشین ہوا۔ یہ رکن الدین فیروز کا بیٹا اور رضیہ سلطان کا بھتیجا تھا۔ اس کا تعلق بھی خاندان غلاماں سے تھا اور معزالدین بہرام (و1212ء۔م1242ء) کے مارے جانے کے بعد اسے سلطان منتخب کیا گیا اور اقتدار کی سازشی کشمکش کے سلسلے میں درباری امراء نے اسے منصب سے ہٹا کر ناصر الدین محمود (و1266ء۔م1266ء) کو سلطان بنا دیا۔ علاء الدین نے چار سال حکومت کی۔ یعنی 1246ء سے لے کر 1246ء تک برسر اقتدار رہا۔

سلطان علاء الدین خلجی (و1266ء۔م1316ء)

سلطان علاء الدین خلجی جلال الدین کا بھتیجا تھا، اور یہ اپنے چچا کی عین ضد تھا، جس طرح جلال الدین نرم مزاج تھا تو اس کے برعکس یہ تند مزاج تھا۔ یہ 1266ء کو پیدا ہوا اور پچاس برس کی عمر پا کر 1316ء کو فوت ہوا، اس کا زمانہ حکومت بیس سال تھا۔ یعنی 1296ء سے

---

[1] محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ص101

[2] التمش کو التتمش بھی لکھا گیا ہے، جس میں دو تاء جمع ہیں اور تائے اول کو زبر اور پیش دونوں حرکات کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

[3] بدایونی، منتخب التواریخ، ج1، ص56

[4] قلعہ رنتھمبور نیشنل پارک کے اندر، راجستھان، بھارت کے ضلع سوائی مادھوپور میں سوائی مادھوپور شہر کے قریب واقع ہے۔

[5] محمد اکرم، شیخ، آب کوثر، ص100

1316ء تک بر سر اقتدار رہا۔ اس نے منگولوں کے ساتھ لڑائی کی، اور ہر قسم کی بغاوت کو کچلنے کی ٹھان رکھی تھی اور یہی وجہ تھی کہ اس کے عہد میں تمام فتنے ختم ہو گئے، علاء الدین خلجی ایک اچھا حکمران تھا اور اس کے ساتھ وہ ایک اعلیٰ سپہ سالار بھی تھا۔ اس میں نظم و نسق کا بھی بڑا ملکہ تھا۔ اس نے اپنی فوج کو مضبوط و مستحکم کیا اور نظام مملکت احسن انداز میں چلایا۔[1]

سلطان معزالدین کیقباد (و1269ء۔م1290ء)

معزالدین کیقباد بنگال کے گورنر بغرا خان کا بیٹا اور سلطان غیاث الدین بلبن کا پوتا تھا اور خاندان غلاماں کا دسواں سلطان ہے۔ جس کا زمانہ 1287ء تا 1290ء ہے۔ اگرچہ سلطان غیاث الدین کی خواہش اپنے بیٹے محمد کو جانشینی دینا تھی لیکن وہ جلد انتقال کر گیا پھر دوسرے بیٹے بغرا خان کو پیشکش کی تو اس نے یہ مسند لینے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ پہلے سے بنگال کا گورنر تھا۔ پھر بلبن نے امیر خسرو (و1253ء۔م1325ء) کو جانشین مقرر کیا لیکن اہل دربار نے سازش کے ذریعے امیر خسرو کی بجائے کیقباد کو 17 سال کی عمر میں سلطان مقرر کر دیا۔ سلطان بنتے ہی وہ شراب اور خواتین کی محبت میں سرمست ہو گیا۔ کیقباد کچھ عرصہ بعد بیمار ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے کیومرث (م1290ء) کو کم سنی میں اپنا جانشین مقرر کیا، ابھی اس کی عمر تین سال تھی وہ محض اپنے والد کا جانشین ہی تھا، کیقباد نے فوج کا کمانڈر خلجی مقرر کیا جنہوں نے باپ اور بیٹے دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس طرح خاندان غلاماں کی سلطنت 84 سال پورے کرنے کے بعد خلجیوں کے اقتدار میں منتقل ہوئی۔[2]

قطب الدین مبارک شاہ (و1299ء۔م1320ء)

شہاب الدین خلجی کے قتل کے بعد ان کا بھائی قطب الدین مبارک 1316ء کو تخت دہلی پر براجمان ہوا، مبارک شاہ نے مسند آراء ہوتے ہی اپنے دوستوں کو منصب اور جاگیریں فراہم کیں، اپنے باپ علاء الدین کے نائب اور حاجب ملک شادی کا ایک خوبرو غلام تھا جس کی پرورش علاء الدین نے کی تھی، مبارک شاہ اس غلام زادے جس کا نام حسن تھا اس پر فریفتہ ہو گیا اور جوش محبت میں اسے خسرو خان کا خطاب دے کر وزارت کے عہدے پر فائز کر دیا حالانکہ وہ اس عظیم منصب کا اہل نہیں تھا۔ اور بادشاہ مبارک چونکہ خود عرصہ دراز سے قید میں تھا تو بادشاہ بنتے ہی اس نے تمام قیدیوں پر رحم کھاتے ہوئے آزاد کر دیا۔ 1318ء میں سلطان مبارک نے اپنے کوتوال قطب الدین کو گوالیار بھیج کر خضر خان اور شادی خان کو قتل کروا دیا۔ اس کے مزاج میں عیش و عشرت پیدا ہو گئی حتی کہ یہ زنانہ لباس کی مانند کپڑے پہننے لگا، عورتوں والے زیورات و پازیب پہننے شروع کر دیئے اور شراب، فسق و فجور کے مظاہرے کرنے لگا، اور اپنے محل کی چھت پر مسخروں کو بٹھا دیتا تھا جو گزرنے والوں کو چھیڑا کرتے تھے، ان پر پیشاب کے چھینٹے پھینکنے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے، الغرض قطب الدین مبارک نے اپنی ہلاکت کا سامان خود تیار کر رکھا تھا۔ پھر کیا ہوا اسی شہزادے خسرو خان نے بغاوت کی اور 1320ء میں خاندان خلجی کا خاتمہ کر دیا۔[3]

---

[1] ایضاً، ص148

[2] ایضاً، ص49

[3] بدایونی، منتخب التواریخ، ج1، ص171

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

سلطان محمد عادل بن تغلق شاہ(و1290ء-م1351ء)

سلطان محمد بن تغلق اپنے خاندان کا نامور اور مشہور حکمران گزرا ہے جس نے ۲۶ سال حکومت کی ہے، اس کا عہد حکمرانی 1325ء تا1351ء ہے،اس کے متعلق دونوں قسم کی روایات زبان زد عام رہی ہیں؛ بعض نے اسے باپ کا قاتل تک لکھا ہے تو بعض نے اسے ایک اچھا حکمران شمار کیا ہے کہ سلطان عادل قرآن کریم کا حافظ تھا،صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا،اس نے اپنے باپ کی وفات پر چالیس دن تک ماتم کیا، اور اس کے بعد شاہی محل میں ایک جشن کا اہتمام کیا جس میں بڑا پیسہ خرچ کیا اور اپنے چچازاد بھائی ملک فیروز کو اپنا نائب مقرر کیا۔[1]

سلطنت دہلی کے دارالخلافہ کو دہلی سے دیوگیر منتقل کیا اور اس کا نام دولت آباد رکھا اور یہاں پر اپنے اہل وعیال اور سارے خزانے منگوا لیے۔ الغرض دہلی کو ویران کرنے پر کافی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور دور کی مسافت کی وجہ سے کئی ضعیف لوگ راستے کی صعوبتیں برداشت نہ کرسکے اور راستے ہی میں جان بحق ہوگئے۔ دہلی کے ویران ہونے کی بناء پر کئی بغاوتوں نے سر اٹھایا، مغلوں نے دہلی پر حملہ کیا لیکن ان بغاوتوں کو کچل دیا گیا۔ سلطان عادل کے متعلق مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ صوفیاء کے مخالف تھا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے:

"اکثراوقات خویش راصرف معقولات فلاسفه ساختے۔۔۔وازنقلیات آنچه تطبیق آن به عقلیات متصوربودے تصدیق کردے"[2]

"نیز وہ اکثر وقت فلاسفہ کی عقلی توجیہات میں صرف کرتا تھا۔۔۔اور منقولات کی تصدیق اس وقت کرتا تھا جب معقولات سے تائید حاصل ہوتی تھی۔"

یہی وجہ تھی کہ وہ صوفیاء کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دیتا تھا اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی مخالفت کرتا تھا۔ اس عہد کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ ملک کا نظم ونسق خستہ حال رہا، معاشی بحران پیدا ہوگیا تو بادشاہ نے تانبے کا سکہ متعارف کروایا جس کی قیمت چاندی کے برابر رکھی گئی تاکہ انحطاط زر کے مسئلہ پر قابو پایا جاسکتے تو نتیجہ غریب اور مفلوک الحال لوگوں نے زندگی سے تنگ آکر بغاوت کی ٹھان لی، اسی طرح بعض لوگوں نے اپنے گھروں میں ہی ٹکسالیں بنالیں اور تانبے کا سکہ بناکر بازار سے مہنگی چیزیں خریدنے لگے اور باہر سے آنے والے اس سکے کو قبول نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے تجارت بھی ماند پڑ گئی، اسی طرح کئی بغاوتوں نے سر اٹھایا؛ بنگال کی بغاوت، دکن کی بغاوت، کھوکھروں کی بغاوت، عین الملک کی بغاوت، صدہ امراء کی سرکشی اور مغلوں کی بغاوت اسی عہد میں رونما ہوئیں۔ جس کی وجہ سے کئی بے قصور لوگوں کی جانیں بھی ضائع ہوئیں، بادشاہ کے کارندوں نے رعایا کے کئی افراد پر جھوٹی تہمتیں لگاکر ان کا قتل عام کیا، غرض کہ ہر طرح مخلوق خدا کو تباہ کرنے کی ٹھان لی گئی تھی۔ اسی وجہ سے بعض نے اسے خونی شاہ کا لقب دیا کہ اسے گردنے اڑانے کا بے جا شوق تھا۔ ٹھٹھہ کی مہم پر اپنا لاؤ لشکر لے کر گیا اور عاشور کے دن روزہ رکھا اور چونکہ ان دنوں سخت گرمی تھی پھر افطار کے وقت مچھلی

---

[1] ایضاً، ص155

[2] فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، ج1، ص321

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

کھانے کا اہتمام کیا اور سیر ہو کر کھائی غرض کہ اس کی مرض یکبارگی شدت سے ابھری جس کی وجہ سے وہ 1351ء میں دوران مہم فوت ہو گیا۔[1]

سلطان فیروز شاہ تغلق (و1309ء۔م1388ء)

فیروز شاہ تغلق سلطان عادل کا چچازاد بھائی تھا، سلطان عادل نے مرتے وقت اسے اپنا جانشین بنالیا تھا اور کہا گیا ہے کہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی[2] (و1274ء۔م1356ء) کی کوششیں بھی ان کے ساتھ شامل حال رہیں کہ انہوں نے اسے بادشاہ کے قریب رہنے کی تلقین کی تھی۔ ٹھٹھہ میں جب سلطان عادل فوت ہوا تو وہیں پر 1351ء میں یہ تخت نشین ہوا اور 27 سال حکومت کی اور 1388ء میں فوت ہوا۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی کاوشوں کا علم بادشاہ کو بھی ہو گیا تھا اور اس نے حکم دیا کہ ان دونوں پیر و مرید کو قید کر کے میرے پاس لایا جائے تو بادشاہ کے کارندے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی اور فیروز شاہ کو پکڑ بادشاہ کے پاس لے گئے تو اس نے انہیں مار دینے کا حکم دیا، ایک قول یہ ہے کہ اس نے نصیر الدین چراغ دہلوی کو اپنے جامہ داری پر مامور کیا کہ وہ ان کے کپڑوں پر پیوند لگائے اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے کپڑے کو گرہ لگا کر فرمایا:

"نصیرالدین بندد خداکشاید"[3]

"نصیر الدین نے اسے باندھ دیا ہے اس کی گرہ اب خدا ہی کھولے گا۔"

اسی وقت نزع طاری ہوئی اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو اس کے کارندوں نے ان کو پھانسی دینے سے گریز کیا اور اس وقت چونکہ اس کا اپنا بیٹا شکار پر گیا ہوا تھا تو اراکین سلطنت نے فیروز شاہ کو ہی سلطان بنا دیا۔

شہاب الدین خلجی (م1316ء)

شہاب الدین خلجی سلطان علاء الدین خلجی کے فرزند ہیں، شہاب الدین سلطنت دہلی کے چودھویں حکمران ہیں، انہوں نے انتہائی مختصر عرصہ یعنی صرف تین ماہ حکومت کی، اور مختصر عرصے میں انہیں قتل کروا دیا گیا۔

سلطان غیاث الدین تغلق (م1325ء)

خلجی خاندان کے بعد تغلق خاندان حکومت کے تخت پر فائز ہوا۔ ایک صدی کے لگ بھگ سلطنت دہلی پر اس خاندان نے حکومت کی، اس خاندان کا پہلا حکمران غیاث الدین تغلق[4] ہے۔ 1320ء سے 1325ء تک اس نے حکومت کی۔ خلجی خاندان کا خاتمہ کرنے والا شخص خسرو[5] تھا جس کا نام تو مسلمانوں والا تھا لیکن اس کا تعلق اسلام سے بہت کم ہی تھا۔ اس نے گجرات سے منگول فوج کی مدد مانگی

---

[1] بدایونی، منتخب التواریخ، ج1، ص170

[2] حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی، سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ممتاز صوفی بزرگ ہیں جنھیں چراغِ سلسلۂ چشت کہا جاتا ہے۔

[3] بدایونی، منتخب التواریخ، ج1، ص187

[4] اس کا اصل نام ملک غازی تھا۔

[5] اس کا نام خسرو خان تھا اس کا تعلق گجرات (انڈیا) کے ایک ہندو قبیلے سے تھا۔ بعد میں مسلمان ہوا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اور مسلمانوں کا مرنا جینا حرام کر دیا تھا۔ اسلام کے شعائر کی بھرپور توہین کی، اس کی فوج میں متعدد افراد ایسے تھے جو مسلمان ہی نہیں تھے انہوں نے مساجد کو مسمار کیا، مسجدوں میں سرعام بت پرستی شروع کی۔ قرآن کریم کی توہین کی گئی، الغرض حالات ایسے بنادیئے گئے کہ اسلام کی حالت زار پر رونا آتا تھا، ان حالات میں سلطان غیاث الدین کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لیے رحمت الٰہی سے کچھ کم نہ تھا، ملک غازی فخر الدین جو بعد میں غیاث الدین کے نام سے مشہور ہوا، خلجیوں کا وفادار کا غلام تھا جس نے اپنے آقاوں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے غاصبوں کا قلع قمع کیا، اسلام کے شعائر کو از سر نو زندہ کرنے کے لیے محنت کی اور پرچم اسلام کو بلند کیا۔ خسرو کے زمانہ بغاوت میں جو جائیدادیں ان کے ہمنواوں میں تقسیم کی گئیں انہیں واپس لایا گیا اور ملک کا نظم ونسق پھر سے بہتر کرنے کی کوشش کی گئی۔ سلطان غیاث الدین تغلق کی وفات اسلام اور اہل اسلام کے لیے جانکاہ صدمہ سے کم نہ تھی کہ ان کے انتقال کے بعد سلطنت دہلی کے علاقے ان کے قبضے سے نکل گئے، مورخین کا اختلاف ہے، بعض کہتے کہ غیاث الدین کی وفات حادثاتی امر تھا اور بعض نے کہا اسے اپنے بیٹے الغ خان نے قتل کروایا جو بعد میں سلطان محمد بن تغلق کے نام سے مشہور ہوا۔[1]

تغلق خان

تغلق شاہ فتح خان کا بیٹا تھا، اور فیروز شاہ کا پوتا تھا، یہ تغلق خاندان کا چوتھا حکمران ہے، اسے غیاث الدین دوم بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے انتہائی مختصر عرصہ حکومت کی، اس کا کل عہد چھ ماہ اور انیتس دنوں پر مشتمل ہے، ستمبر 1388ء سے مارچ 1389 تک بر سر اقتدار رہا۔

علامہ نظام الدین ہروی لکھتے ہیں:

"حکمه ستة اشہروتسعاوعشرین یوما"

"اس نے حکومت کی چھ ماہ اور انیتس دنوں تک۔"[2]

اس کے خلاف اس کے بھتیجے ابو بکر خان نے ملک رکن الدین اور دوسرے امراء کی مدد سے بغاوت کی اور بادشاہ کے محل میں داخل ہو کر پہلے اس کے دربان ملک مبارک کبیر کو مارا پھر تغلق کو بھی مار ڈالا، اس طرح اس کی حکومت جلد ہی ختم ہوگئی۔

سلطان ناصر الدین محمود شاہ (و1229ء۔م1266ء)

ہمایوں خان المعروف سلطان سکندر شاہ کی وفات کے بعد بادشاہ کی نامزدگی میں شدید اختلاف ہو گیا، پندرہ روز تک تخت شاہی خالی پڑا رہا، بالاخر خواجہ جہاں کی کوششوں سے ناصر الدین محمد کا چھوٹا بیٹا محمود حکمرانی کے لیے نامزد کیا گیا اور اس نے اپنا لقب ناصر الدین پسند کیا۔ اور خواجہ جہاں حسب سابق وزارت پر فائز رہا۔ مقرب خان کو وکیل سلطنت اور امیر الامراء بنایا گیا۔ اور یہ وہ دور تھا جب ملک میں ہر طرف فتنہ وفساد کی آگ شعلہ زن تھی، غیر مسلم ہندو وغیرہ اسلام کے خلاف زہر اگل رہے تھے۔ ناصر الدین محمود نے خواجہ جہاں کو سلطان الشرق کا خطاب دے کر غیر مسلموں کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اور دوسری طرف سعادت خان نے بادشاہ کے خلاف باغیوں کی طرفداری کر رکھی تھی جس کی سرکوبی کے لیے ناصر الدین محمود نے مقرب خان کو نامزد کیا لیکن وہ بری طرح ناکام ہو گیا تاہم سعادت خان نے حوالی شہر میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ وہ وہ اپنے لشکر سمیت فیروز آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں جا کر سعادت خان

[1] محمد اکرم، شیخ، آب کوثر، ص398

[2] نظام الدین ہروی، المسلمون فی الہند من الفتح العربی الی الاستعمار البریطانی، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1995ء، ج1، ص200

نے اپنے امیروں سے مشورہ کر کے نصرت خان بن فتح خان کو بادشاہ تسلیم کیااور اس طرح بادشاہ شطرنج والے بادشاہ کی مثل ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ منتقل ہونے کا کھیل بننے لگے کبھی نصرت شاہ بادشاہ تو کبھی محمود شاہ الغرض سعادت خان کی سازشوں کو دوسرے امراء نے بھی سمجھ لیا اور وہ اس کے مخالف ہو گئے جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گیااور فیروزآباد کے امراء نے پھر سے نصرت شاہ کی بیعت کی اور اس طرح سلطنت دہلی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی، ایک حصہ وہ جس پر ناصر الدین محمد تخت نشین تھا اور دوسرا حصہ فیروز آباد جس پر نصرت شاہ کی فرمانروائی تھی اور نصرت شاہ نے بھی ناصر الدین کالقب اختیار کیا۔ اب دونوں حصوں پر ناصر الدین ہی حکمران تھے اور دونوں بادشاہ رقیبانہ جذبہ کی بناء پر ایک دوسرے سے لڑتے رہے اور دونوں کی فوجیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آراء رہیں اور مخلوق خدا کی بے گناہ جانیں ضائع ہوتی رہیں۔ ناصر الدین محمود شاہ 1412ء کو فوت ہوا اور ناصر الدین نصرت شاہ 1398ء کو فوت ہوا۔ الغرض سلطنت دہلی کا ایک حصہ جو نصرت شاہ کے تحت تھا وہ 1398ء کو اختتام پذیر ہوا اور دوسرا حصہ 1412ء کو ختم ہوا اور اس تخت پر لودھی خاندان نے حکومت کا آغاز کیا۔[1]

سلطان محمد شاہ (و 1290ء۔ م 1351ء)

سلطان محمد شاہ ابو بکر کا چچا تھا اور اس نے اپنے بھتیجے کے خلاف خوب کام کیا بالآخر جب تمام بغاوتیں کچل دی گئیں تو یہ خود 1390ء میں مسند آراء ہوا اور چھ سال، سات ماہ تک حکومت کی، اور حالت مرض میں فوت ہوا، پھر اس کا بیٹا ہمایوں خان تخت نشین ہوا، ہمایوں خان کو علاء الدین سکندر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ انتہائی مختصر عرصہ کا یہ حکمران ہے جس نے ایک ماہ سولہ دن حکومت کی اور عالم شباب میں فوت ہو گیا۔ جس کے بعد محمد شاہ کا دوسرا بیٹا، ہمایوں خان کا چھوٹا بھائی سلطان محمود شاہ تخت نشین ہوا۔ سلطان ناصر الدین شاہ کا خطاب اختیار کیا۔

ابو بکر شاہ بن ظفر خان تغلق (م 1390ء)

خاندان تغلق کا پانچواں بادشاہ ابو بکر خان ہے، جس نے ڈیڑھ سال حکومت کی، اس نے اپنے چچا غیاث الدین دوم کو رکن الدین کی سازش سے قتل کروا کر تخت نشین ہوا اور رکن الدین کو اپنا وزیر مقرر کیا لیکن بعد میں اس پر عیاں ہوا کہ ملک رکن الدین کی نیت ٹھیک نہیں جس کی وجہ سے بادشاہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کا مال غصب کر لیا، اس نے 1389ء سے 1390ء تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں کئی بغاوتیں شروع ہوئیں اور ابو بکر شاہ کو قید کر لیا گیا اور بالآخر 1391ء کو بحالت قید اس دنیا سے چل بسا۔[2]

تخت دہلی 225 سالہ موروثی حکومت مسلسل تین خاندانوں کی آماج گاہ رہا، سب سے پہلے خاندان غلاماں نے 84 سال یعنی 1206ء سے 1290ء تک حکومت کی۔ پھر اس تخت پر خلجی خاندان براجمان ہوا جنہوں نے تیس سال یعنی 1290 سے 1320 تک حکومت کی اور پھر تغلق خاندان برسر اقتدار آیا جنہوں نے 93 سال حکومت کی اور بطریق ثانی 78 سال حکومت کی جو کہ نصرت شاہ کی وفات پر 1398ء پر جا کر رکی۔ پھر ان کے بعد اس تخت پر سادات خاندان اور لودھی خاندان جلوہ فرماز ہوئے جنہوں نے 1526ء تک حکومت کی۔

---

[1] بدایونی، منتخب التواریخ، ج 1، ص 210

[2] ایضاً، ص 203

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

سلطنت دہلی کی خشت اول عالم اسلام کے نامور حکمران شہاب الدین محمد غوریؒ ہیں۔ ویسے تو اس سلطنت پر متعدد حکمران براجمان ہوئے تاہم حقیقی معنوں میں جو خاندان اس سلطنت سے جڑے رہے وہ تین خاندان ہیں؛ جن میں خاندان غلاماں، خاندان خلجی اور خاندان تغلق شامل ہیں۔ ان کا زمانہ 1173ء سے لیکر 1398ء تک ہے جو 225 سالوں پر محیط ہے۔

مصادر و مراجع

محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2015ء

بدایونی، عبد القادر، ملا، منتخب التواریخ، (مترجم: ڈاکٹر علیم اشرف خان)، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی، 2008ء

فرشتہ، محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد، دکن، 1926ء

برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، رامپور رضا لائبریری، انڈیا، 1988ء

نظام الدین ہروی، المسلمون فی الہند من الفتح العربی الی الاستعمار البریطانی، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1995ء